

دین: قرآن کی روشنی میں

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں سید مودودی علیہ الرحمہ کی کتاب ہے جسے ان کی فکر میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس میں ربّ اللہ، عبادت اور دین ان چار الفاظ کی لغوی تحقیق اور حقیقی مفہوم کی بنیاد پر کلام الہی میں اترنے کے لیے نئے دروازے کھول دیے گئے ہیں۔ اس کے مطالعے سے اسلام کا انقلابی تصور اجاگر ہو کر سامنے آتا ہے۔ آج جب اسلام پر مغرب کے حملوں کے دفاع میں بعض عناصر دین اور سیاست کے جداگانہ تصور کو پیش کر رہے ہیں، ہم مذکورہ کتاب سے ”دین“ کا باب پیش کر رہے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ قارئین مکمل کتاب کا مطالعہ کر کے اپنے علم کو تازہ کریں گے۔ (ادارہ)

اللہ ربّ دین اور عبادت، یہ چار لفظ قرآن کی اصطلاحی زبان میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ قرآن کی ساری دعوت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا ربّ واللہ ہے، اس کے سوا نہ کوئی اللہ ہے نہ ربّ اور نہ الوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کا شریک ہے، لہذا اسی کو اپنا اللہ اور رب تسلیم کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی الہیت و ربوبیت سے انکار کر دو، اس کی عبادت اختیار کرو اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اس کے لیے اپنے دین کو خالص کر لو اور ہر دوسرے دین کو رد کر دو.....

اب یہ ظاہر بات ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو سمجھنے کے لیے ان چاروں اصطلاحوں کا صحیح اور مکمل مفہوم سمجھنا بالکل ناگزیر ہے۔ اگر کوئی شخص نہ جانتا ہو کہ اللہ اور رب کا مطلب کیا ہے؟ عبادت کی کیا تعریف ہے؟ اور دین کسے کہتے ہیں؟ تو دراصل اس کے لیے پورا قرآن بے معنی ہو جائے گا۔ وہ نہ توحید کو جان سکے گا، نہ شرک کو سمجھ سکے گا، نہ عبادت کو اللہ کے لیے مخصوص کر سکے

گا، اور نہ دین ہی اللہ کے لیے خالص کر سکے گا۔ اسی طرح اگر کسی کے ذہن میں ان اصلاحوں کا مفہوم غیر واضح اور نامکمل ہو تو اس کے لیے قرآن کی پوری تعلیم غیر واضح ہوگی اور قرآن پر ایمان رکھنے کے باوجود اس کا عقیدہ اور عمل دونوں نامکمل رہ جائیں گے۔ وہ لا الہ الا اللہ کہتا رہے گا اور اس کے باوجود بہت سے ارباب من دون اللہ اس کے رب بنے رہیں گے۔ وہ پوری نیک نیتی کے ساتھ کہے گا کہ میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا، اور پھر بھی بہت سے معبودوں کی عبادت میں مشغول رہے گا۔ وہ پورے زور کے ساتھ کہے گا کہ میں اللہ کے دین میں ہوں، اور اگر کسی دوسرے دین کی طرف اسے منسوب کیا جائے تو لڑنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ مگر اس کے باوجود بہت سے دینوں کا فلاح اس کی گردن میں پڑا رہے گا۔ اس کی زبان سے کسی غیر اللہ کے لیے ”الہ“ اور ”رب“ کے الفاظ تو کبھی نہ نکلیں گے، مگر یہ الفاظ جن معانی کے لیے وضع کیے گئے ہیں ان کے لحاظ سے اس کے بہت سے الہ اور رب ہوں گے اور اس بیچارے کو خبر تک نہ ہوگی کہ میں نے واقعی اللہ کے سوا دوسرے ارباب والہ بنا رکھے ہیں۔ اس کے سامنے اگر آپ کہہ دیں کہ تو دوسروں کی ”عبادت“ کر رہا ہے اور ”دین“ میں شرک کا مرتکب ہو رہا ہے تو وہ پتھر مارنے اور منہ نوچنے کو دوڑے گا مگر عبادت اور دین کی جو حقیقت ہے اس کے لحاظ سے واقعی وہ دوسروں کا عباد اور دوسروں کے دین میں داخل ہوگا اور نہ جانے گا کہ یہ جو کچھ میں کر رہا ہوں یہ حقیقت میں دوسروں کی عبادت ہے اور یہ حالت جس میں مبتلا ہوں یہ حقیقت میں غیر اللہ کا دین ہے.....

پس یہ حقیقت ہے کہ محض ان چار بنیادی اصطلاحوں کے مفہوم پر پردہ پڑ جانے کی بدولت قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم، بلکہ اس کی رُوح نگاہوں سے مستور ہو گئی ہے، اور اسلام قبول کرنے کے باوجود لوگوں کے عقائد و اعمال میں جو نقائص نظر آ رہے ہیں ان کا ایک بڑا سبب یہی ہے۔ لہذا قرآن مجید کی مرکزی تعلیم اور اس کے حقیقی مدعا کو واضح کرنے کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ ان اصطلاحوں کی پوری پوری تشریح کی جائے۔ (ص ۷-۱۳)

دین: لغوی تحقیق

کلام عرب میں لفظ دین مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے:

یعنی اگر تم کسی کے مملوک، تابع، ماتحت نہیں ہو تو مرنے والے کو موت سے بچا کیوں نہیں لیتے؟ جان کو واپس کیوں نہیں پلٹا لاتے؟

۲- اطاعت، بندگی، خدمت، کسی کے لیے مسخر ہو جانا، کسی کے تحت امر ہونا، کسی کے غلبہ و قہر سے دب کر اس کے مقابلے میں ذلت قبول کر لینا۔ چنانچہ کہتے ہیں: دِنْتُهُمْ فَذَانُوا أَيْ قَهَرْتُهُمْ فَاطَاعُوا (یعنی میں نے ان کو مغلوب کر لیا اور وہ لوگ مطیع ہو گئے) دِنْتُ الرَّجُلَ، اِی حَدَمْتُهُ (یعنی میں نے فلاں شخص کی خدمت کی) حدیث میں آتا ہے کہ حضور نے فرمایا: اُرِيدُ مِنْ قُرَيْشٍ كَلِمَةً تَدِينُنَّ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ اِی تَطِيعُهُمْ وَتَخْضَعُ لَهُمْ (میں قریش کو ایک ایسے کلمے کا پیرو بنانا چاہتا ہوں کہ اگر وہ اسے مان لیں تو تمام عرب ان کا تابع فرمان بن جائے اور ان کے آگے جھک جائے)۔ اسی معنی کے لحاظ سے اطاعت شعاع قوم کو قوم دین کہتے ہیں۔ اور اس معنی میں دین کا لفظ حدیث خوارج میں استعمال کیا گیا ہے یمرقون من الدین مروق السهم من الرمیة۔^۱

۳- شریعت، قانون، طریقہ، کیش و ملت، رسم و عادت۔ مثلاً کہتے ہیں: مَا زَالَ ذَلِكَ دِينِي وَوَيْدِي، یعنی یہ ہمیشہ سے میرا طریقہ رہا ہے۔ يُقَالُ ذَانٌ إِذَا اغْتَاذَ خَيْرًا وَشَرًّا، یعنی آدمی خواہ بُرے طریقہ کا پابند ہو یا بھلے طریقہ کا، دونوں صورتوں میں اس طریقے کو جس کا وہ پابند ہے دین کہیں گے۔ حدیث میں ہے: كَانَتْ قُرَيْشٌ وَمَنْ ذَانٌ بِدِينِهِمْ، ”قریش اور وہ لوگ جو ان کے مسلک کے پیرو تھے“۔ اور حدیث میں ہے إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ عَلَى دِينِ قَوْمِهِ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے اپنی قوم کے دین پر تھے۔ یعنی نکاح، طلاق میراث اور دوسرے تمدنی و معاشرتی امور میں انھی قاعدوں اور ضابطوں کے پابند تھے جو اپنی قوم میں رائج تھے۔

۴- اجزاء، عمل، بدلہ، مکانات، فیصلہ، محاسبہ۔ چنانچہ عربی میں مثل ہے: كَمَا تَدِينُ تَدَانٌ، یعنی جیسا تو کرے گا ویسا بھرے گا۔ قرآن میں کفار کا یہ قول نقل فرمایا گیا ہے: اِیْنَا لَمَدِينُونَ ”کیا مرنے کے بعد ہم سے حساب لیا جائے والا ہے اور ہمیں بدلہ ملنے والا ہے“۔ عبداللہ ابن عمرؓ کی حدیث میں آتا ہے: لَا تَسْبُوا السُّلْطَنَ فَلَا كَانَ لَا بُدَّ فَقُولُوا اَللّٰهُمَّ دِنْتُمْ كَمَا

یہ دینوں، ”اپنے حکمرانوں کو گالیاں نہ دو۔ اگر کچھ کہنا ہی ہو تو یوں کہو کہ خدایا جیسا یہ ہمارے ساتھ کر رہے ہیں ویسا ہی تو ان کے ساتھ کر“۔ اسی معنی میں لفظ دین بمعنی قاضی و حاکم عدالت آتا ہے۔ چنانچہ کسی بزرگ سے جب حضرت علیؑ کے متعلق دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا: کان دیان هذه الامۃ بعد نبیہا، ”یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ امت کے سب سے بڑے قاضی تھے“۔

قرآن میں لفظ دین کا استعمال

ان تفصیلات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لفظ دین کی بنیاد میں چار تصورات ہیں، یا بالفاظ دیگر یہ لفظ عربی ذہن میں چار بنیادی تصورات کی ترجمانی کرتا ہے:

- ۱- غلبہ و تسلط، کسی ذی اقتدار کی طرف سے
- ۲- اطاعت، تعبد اور بندگی صاحب اقتدار کے آگے جھک جانے والے کی طرف سے
- ۳- قاعدہ و ضابطہ اور طریقہ جس کی پابندی کی جائے
- ۴- محاسبہ اور فیصلہ اور جزا و سزا۔

انہی تصورات میں سے کبھی ایک کے لیے اور کبھی دوسرے کے لیے اہل عرب مختلف طور پر اس لفظ کو استعمال کرتے تھے، مگر چونکہ ان چاروں امور کے متعلق عرب کے تصورات پوری طرح صاف نہ تھے اور کچھ بہت زیادہ بلند بھی نہ تھے۔ اس لیے اس لفظ کے استعمال میں ابہام پایا جاتا تھا اور یہ کسی باقاعدہ نظام فکر کا اصطلاحی لفظ نہ بن سکا۔ قرآن آیا تو اس نے اس لفظ کو اپنے منشا کے لیے مناسب پا کر بالکل واضح و متعین مفہومات کے لیے استعمال کیا اور اس کو اپنی مخصوص اصطلاح بنا لیا۔ قرآنی زبان میں لفظ دین ایک پورے نظام کی نمائندگی کرتا ہے جس کی ترکیب چار اجزا سے ہوتی ہے:

- ۱- حاکمیت و اقتدارِ اعلیٰ
- ۲- حاکمیت کے مقابلہ میں تسلیم و اطاعت
- ۳- وہ نظام فکر و عمل جو اس حاکمیت کے زیر اثر بنے

۳- مکافات جو اقتدارِ اعلیٰ کی طرف سے اس نظام کی وفاداری و اطاعت کے صلے میں یا سرکشی و بغاوت کی پاداش میں دی جائے۔

قرآن کبھی لفظ دین کا اطلاق معنی اول و دوم پر کرتا ہے، کبھی معنی سوم پر، کبھی معنی چہارم پر اور کہیں الدین بول کر یہ پورا نظام اپنے چاروں اجزا سمیت مراد لیتا ہے۔ اس کی وضاحت کے لیے حسب ذیل آیات قرآنی ملاحظہ ہوں:

دین بمعنی غلبہ و تسلط اور اطاعت و بندگی

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ
- هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ط الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (المومن ۳۰: ۶۴-۶۵)

وہ اللہ جس نے تمہارے لیے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس پر آسمان کا قبہ چھایا، جس نے تمہاری صورتیں بنائیں، جس نے پاکیزہ چیزوں سے تم کو رزق بہم پہنچایا، وہی اللہ تمہارا رب ہے اور بڑی برکتوں والا ہے، وہ رب العالمین ہے، وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ لہذا تم اسی کو پکارو، دین کو اسی کے لیے خاص کر کے، تعریف اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ قُلِ اللَّهُ أَعْبُدْ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ۝ فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَى - (الزمر ۳۹: ۱۱-۱۷)

کہو مجھے حکم دیا گیا ہے کہ دین کو اللہ کے لیے خاص کر کے اسی کی بندگی کروں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں خود سزا اطاعت جھکاؤں..... کہو میں تو دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اسی کی بندگی کروں گا۔ تم کو اختیار ہے اس کے سوا جس کی چاہو

بندگی اختیار کرتے پھرو۔ اور جو لوگ طاعت کی بندگی کرنے سے پرہیز کریں اور اللہ ہی کی طرف رجوع کریں۔ ان کے لیے خوش خبری ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۚ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ - (الزمر ۳۹:۲-۳)

”ہم نے تمہاری طرف کتاب برحق نازل کر دی ہے لہذا تم دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے صرف اسی کی بندگی کرو۔ خبردار! دین خالصتاً اللہ ہی کے لیے ہے۔

وَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّينُ وَاٰحِبَّاءُ ، اَفَغَيَّرَ اللّٰهُ تَتَقُوْنَ (النحل:۱۶:۵۲)

زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اللہ کے لیے ہے اور دین خالصتاً اسی کے لیے ہے۔ پھر کیا اللہ کے سوا تم کسی اور سے تقویٰ کرو گے؟ (یعنی کیا اللہ کے سوا کوئی اور ہے جس کے حکم کی خلاف ورزی سے تم بچو گے اور جس کی ناراضی سے تم ڈرو گے؟) اَفَغَيَّرَ دِيْنَ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَآ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ (ال عمران:۳:۸۳)

کیا یہ لوگ اللہ کے سوا کسی اور کا دین چاہتے ہیں؟ حالانکہ آسمان و زمین کی ساری چیزیں چاروناچار اللہ ہی کی مطیع فرمان ہیں اور اسی کی طرف ان کو پلٹ کر جانا ہے۔

وَمَا اٰمُرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَآءَ (البینہ ۵:۹۸)

اور ان کو اس کے سوا کوئی اور حکم نہیں دیا گیا تھا کہ یکسو ہو کر دین کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے صرف اسی کی بندگی کریں۔

ان تمام آیات میں دین کا لفظ اقتدارِ اعلیٰ اور اُس اقتدار کو تسلیم کر کے اُس کی اطاعت و بندگی قبول کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اللہ کے لیے دین کو خالص کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی حاکمیت، فرمانروائی، حکمرانی اللہ کے سوا کسی کی تسلیم نہ کرے اور اپنی اطاعت و بندگی کو اللہ کے لیے اس طرح خالص کر دے کہ کسی دوسرے کی مستقل بالذات بندگی و اطاعت اللہ کی اطاعت کے ساتھ شریک نہ کرے۔ ۲

دین بمعنی قانون و شریعت اور نظام فکر و عمل

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّن دِينِي فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَلَكِن أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَأَنْ أَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ - (يونس ۱۰: ۱۰۴-۱۰۵)

کہو کہ اے لوگو! اگر تم کو میرے دین کے بارے میں کچھ شک ہے (یعنی اگر تم کو صاف معلوم ہوتا ہے کہ میرا دین کیا ہے) تو لو سنو! میں ان کی بندگی و عبادت نہیں کرتا جن کی بندگی و اطاعت تم اللہ کو چھوڑ کر کر رہے ہو، بلکہ میں اس کی بندگی کرتا ہوں جو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان لوگوں میں شامل ہو جاؤں جو اسی کے ماننے والے ہیں اور یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ تو کیسو ہو کر اسی دین پر اپنے آپ کو قائم کر دے اور شرک کرنے والوں میں شامل نہ ہو۔

إِن الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ ۖ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۗ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ - (يوسف ۱۲: ۴۰)

حکمرانی اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے اس کا فرمان ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو یہی ٹھیک ٹھیک صحیح دین ہے۔

وَلَهُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ كُلُّ لَهٗ قٰنِطُوْنَ صَرَ بَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۗ هَلْ لَكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمٰنُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۗ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَهْوَاۗءَ هُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَاَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۗ فَطَرَتِ اللّٰهُ الَّذِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۗ لَا تَبْدِيْلَ لِحَلْقِ اللّٰهِ ۗ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّا اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (الروم ۳۰: ۲۶-۳۰)

زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے سب اسی کے مطیع فرمان ہیں..... وہ تمہیں سمجھانے کے لیے خود تمہارے اپنے معاملہ سے ایک مثال پیش کرتا ہے۔ بتاؤ یہ غلام

تمہارے مملوک ہیں؟ کیا ان میں سے کوئی ان چیزوں میں جو ہم نے تمہیں دی ہیں تمہارا شریک ہے؟ کیا تم انہیں اس مال کی ملکیت میں اپنے برابر حصہ دار بناتے ہو۔ کیا تم ان سے اپنے ہم چشموں کی طرح ڈرتے ہو؟..... سچی بات یہ ہے کہ یہ ظالم لوگ علم کے بغیر محض اپنے تخیلات کے پیچھے چلے جا رہے ہیں..... پس تم یکسو ہو کر اپنے آپ کو اس دین پر قائم کر دو۔ اللہ نے جس فطرت پر انسانوں کو پیدا کیا ہے اسی کو اختیار کرو۔ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت کو بدلانا نہ جائے۔ یہی ٹھیک ٹھیک صحیح دین ہے۔ مگر اکثر لوگ نادانی میں پڑے ہوئے ہیں۔

الرَّايِنَةُ وَالرَّايِنَى فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ (النور ۲۴:۲۴)

زانی اور زانیہ دونوں کو سو سو کوڑے مارو اور اللہ کے دین کے معاملہ میں تم کو ان پر رحم نہ آئے۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ - (التوبه ۳۶:۹)

اللہ کے نوشتے میں تو اس وقت سے مہینوں کی تعداد ۱۲ ہی چلی آتی ہے۔ جب سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ ان بارہ مہینوں میں سے ۴ مہینے حرام ہیں۔ یہی ٹھیک ٹھیک صحیح دین ہے۔

كَذَلِكَ كُنَّا لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ (يوسف ۷۶:۱۲)

اس طرح ہم نے یوسفؑ کے لیے تدبیر نکالی۔ اس کے لیے جائز نہ تھا کہ اس بادشاہ کے دین میں اپنے بھائی کو پکڑتا۔

وَكَذَلِكَ زَيْنٌ لِّكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتَلَ أَوْلَادَهُمْ شُرَكَاءَهُمْ لِيُزِدُوهُمْ وَلِيَلْبَسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ط (انعام ۱۳۷:۶)

اور اس طرح بہت سے مشرکین کے لیے ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں نے اپنی اولاد کے قتل کو ایک خوش آئند فعل بنا دیا تاکہ انھیں ہلاکت میں ڈالیں اور ان کے لیے ان کے دین کو مشتبہ بنا سکیں۔^۵

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنَ بِهِ اللَّهُ ط
(الشوریٰ ۲۱:۴۲)

کیا انھوں نے کچھ شریک ٹھہرا رکھے ہیں جو ان کے لیے دین کی قسم سے ایسے تو ان میں بناتے ہیں جن کا اللہ نے اذن نہیں دیا ہے؟

لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ (الکافرون ۶:۱۰۹)

تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔

ان سب آیات میں دین سے مراد قانون، ضابطہ، شریعت، طریقہ اور وہ نظام فکر و عمل ہے جس کی پابندی میں انسان زندگی بسر کرتا ہے۔ اگر وہ اقتدار جس کی سند پر کسی ضابطہ و نظام کی پابندی کی جاتی ہے۔ خدا کا اقتدار ہے تو آدمی دین خدا میں ہے۔ اگر وہ کسی بادشاہ کا اقتدار ہے تو آدمی دین بادشاہ میں ہے۔ اگر وہ پنڈتوں اور پروہتوں کا اقتدار ہے تو آدمی انھی کے دین میں ہے۔ اور اگر وہ خاندان، برادری یا جمہور قوم کا اقتدار ہے تو آدمی ان کے دین میں ہے۔ غرض جس کی سند کو آخری سند اور جس کے فیصلے کو منہبائے کلام مان کر آدمی کسی طریقے پر چلتا ہے اسی کے دین کا وہ پیرو ہے۔

دین بمعنی محاسبہ اور جزا و سزا

إِنَّمَا تُوْعَدُونَ لَصَادِقٍ ۝ وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ ۝ (الذاریات ۶:۵۱)

وہ خبر جس سے تمہیں آگاہ کیا جاتا ہے (یعنی زندگی بعد موت) یقیناً سچی ہے اور دین یقیناً ہونے والا ہے۔

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالذِّينِ ۝ فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا يُحِصُّ عَلَى

طَعَامِ الْمَسْكِينِ ۝ (الماعون ۳-۱:۱۰۷)

تم نے دیکھا اس شخص کو جو دین کو جھٹلاتا ہے؟ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے پر نہیں اُکساتا۔

وَمَا آذَرَكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ ثُمَّ مَا آذَرَكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ يَوْمَ لَا تَنْفِكُ
نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ - (انفطار ۸۲: ۱۷-۱۹)

تمہیں کیا خبر کہ یوم الدین کیا ہے۔ ہاں تم کیا جانو کیا ہے یوم الدین۔ وہ دن ہے کہ جب کسی تنفس کے اختیار میں کچھ نہ ہوگا کہ دوسرے کے کام آسکے، اس روز سب اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہوگا۔

ان آیات میں دین بمعنی محاسبہ و فیصلہ و جزائے اعمال استعمال ہوا ہے۔

دین ایک جامع اصطلاح

یہاں تک تو قرآن اس لفظ کو قریب قریب انہی مفہومات میں استعمال کرتا ہے جن میں یہ اہل عرب کی بول چال میں مستعمل تھا لیکن اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لفظ دین کو ایک جامع اصطلاح کی حیثیت سے استعمال کرتا اور اس سے ایک ایسا نظام زندگی مراد لیتا ہے جس میں انسان کسی کا اقتدار اعلیٰ تسلیم کر کے اس کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کرے، اس کے حدود و ضوابط اور قوانین کے تحت زندگی بسر کرے، اس کی فرمانبرداری پر عزت ترقی اور انعام کا امیدوار ہو اور اس کی نافرمانی پر ذلت و خواری اور سزا سے ڈرے۔ غالباً دنیا کی کسی زبان میں کوئی اصطلاح ایسی جامع نہیں ہے جو اس پورے نظام پر حاوی ہو۔ موجودہ زمانے کا لفظ ”اسٹیٹ“ کسی حد تک اس کے قریب پہنچ گیا ہے۔ لیکن ابھی اس کو ”دین“ کے پورے معنوی حدود پر حاوی ہونے کے لیے مزید وسعت درکار ہے۔

حسب ذیل آیات میں ”دین“ اسی اصطلاح کی حیثیت سے استعمال ہوا ہے:

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى
يُغَطُّوا الْجُزْيَةَ عَنِ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ - (توبہ ۲۹: ۹)

اہل کتاب میں سے جو لوگ نہ اللہ کو مانتے ہیں (یعنی اس کو واحد مقتدر اعلیٰ تسلیم نہیں کرتے) نہ یومِ آخرت (یعنی یوم الحساب اور یوم الجزاء) کو مانتے ہیں نہ ان چیزوں کو حرام مانتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے اور دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے۔ ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اور چھوٹے بن کر رہیں۔

اس آیت میں ”دین حق“ اصطلاحی لفظ ہے جس کے مفہوم کی تشریح واضح اصطلاح جل شانہ نے پہلے تین فقروں میں خود کو دی ہے۔ ہم نے ترجمہ میں نمبر لگا کر واضح کر دیا ہے کہ لفظ دین کے چاروں مفہوم ان فقروں میں بیان کیے گئے ہیں اور پھر ان کے مجموعے کو ”دین حق“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذُرِّيَّتِي أَقْتُلْ مُوسَى وَلْيَدْعُ رَبِّي إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ (المومن ۲۶:۴۰)

فرعون نے کہا چھوڑو مجھے، میں اس موسیٰ کو قتل ہی کیے دیتا ہوں اور اب پکارے وہ اپنے رب کو۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ تمہارا دین نہ بدل دے یا ملک میں فساد نہ کھڑا کر دے۔ قرآن میں قصہ فرعون و موسیٰ کی جتنی تفصیلات آئی ہیں ان کو نظر میں رکھنے کے بعد اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ یہاں دین مجرد ”مذہب“ کے معنی میں نہیں آیا ہے بلکہ ریاست اور نظام تمدن کے معنی میں آیا ہے۔ فرعون کا کہنا یہ تھا کہ اگر موسیٰ اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے تو اسٹیٹ بدل جائے گا۔ جو نظام زندگی اس وقت فراعنہ کی حاکمیت اور راجح الوقت قوانین و رسوم کی بنیادوں پر چل رہا ہے وہ جڑ سے اکھڑ جائے گا اور اس کی جگہ یا تو دوسرا نظام بالکل دوسری ہی بنیادوں پر قائم ہوگا، یا نہیں تو سرے سے کوئی نظام قائم ہی نہ ہو سکے گا بلکہ تمام ملک میں بد نظمی پھیل جائے گی۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (ال عمران ۱۹:۳)

اللہ کے نزدیک دین تو دراصل ”اسلام“ ہے۔

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ - (ال عمران ۸۵:۳)

اور جو ”اسلام“ کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا اس سے وہ دین ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَىٰ الدِّينِ كُلِّهِ
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ - (التوبة ۳۳:۹)

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولوں کو صحیح رہنمائی اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اس کو پوری جنس دین پر غالب کر دے اگرچہ شرک کرنے والوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلَّهُ لِلَّهِ - (انفال ۳۹:۸)
اور تم ان سے لڑے جاؤ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین بالکل اللہ ہی کا ہو جائے۔

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۖ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ
أَفْوَاجًا ۖ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۗ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۖ (النصر ۱۱۰-۳)

جب اللہ کی مدد آگئی اور فتح نصیب ہو چکی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اب اپنے رب کی حمد و ثنا اور اس سے درگزر کی درخواست کرو وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔

ان سب آیات میں دین سے پورا نظام زندگی اپنے تمام اعتقادی، نظری، اخلاقی اور عملی پہلوؤں سمیت مراد ہے۔

پہلی دو آیتوں میں ارشاد ہوا ہے کہ اللہ کے نزدیک انسان کے لیے صحیح نظام زندگی صرف وہ ہے جو خود اللہ ہی کی اطاعت و بندگی (اسلام) پر مبنی ہو۔ اس کے سوا کوئی دوسرا نظام جس کی بنیاد کسی دوسرے مفروضہ اقتدار کی اطاعت پر ہو، مالک کائنات کے ہاں ہرگز مقبول نہیں ہے اور فطرۃ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ انسان جس کا مخلوق، مملوک اور پروردہ ہے، اور جس کے ملک میں رعیت کی حیثیت سے رہتا ہے، وہ تو کبھی یہ نہیں مان سکتا کہ انسان خود اس کے سوا کسی

دوسرے اقتدار کی بندگی و اطاعت میں زندگی گزارنے اور کسی دوسرے کی ہدایات پر چلنے کا حق رکھتا ہے۔

تیسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کو اسی صحیح و برحق نظامِ زندگی، یعنی اسلام کے ساتھ بھیجا ہے اور اس کے مشن کی غایت یہ ہے کہ اس نظام کو تمام دوسرے نظاموں پر غالب کر کے رہے۔

چوتھی آیت میں دینِ اسلام کے پیروؤں کو حکم دیا گیا ہے کہ دنیا سے لڑو اور اس وقت تک دم نہ لو جب تک فتنہ یعنی اُن نظامات کا وجود دنیا سے مٹ نہ جائے جن کی بنیاد خدا سے بغاوت پر قائم ہے اور پورا نظامِ اطاعت و بندگی اللہ کے لیے خالص نہ ہو جائے۔

پانچویں آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس موقع پر خطاب کیا گیا ہے جب کہ ۲۳ سال کی مسلسل جدوجہد سے عرب میں انقلاب کی تکمیل ہو چکی تھی، اسلام اپنی پوری تفصیلی صورت میں ایک اعتقادی و فکری، اخلاقی و تعلیمی، تمدنی و معاشرتی اور معاشی و سیاسی نظام کی حیثیت سے عملاً قائم ہو گیا تھا، اور عرب کے مختلف گوشوں سے وفد پر وفد آ کر اس نظام کے دائرے میں داخل ہونے لگے تھے۔ اس طرح جب وہ کام تکمیل کو پہنچ گیا جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مامور کیا گیا تھا تو آپ سے ارشاد ہوتا ہے کہ اس کارنامے کو اپنا کارنامہ سمجھ کر کہیں فخر نہ کرنے لگنا، نقص سے پاک بے عیب ذات اور کامل ذات صرف تمہارے رب ہی کی ہے، لہذا اس کا عظیم کی انجام دہی پر اس کی تسبیح اور حمد و ثنا کرو اور اس ذات سے درخواست کرو کہ مالک! اس ۲۳ سال کے زمانہ خدمت میں اپنے فرائض ادا کرنے میں جو خامیاں اور کوتاہیاں مجھ سے سرزد ہو گئی ہوں انہیں معاف فرمادے۔ (ص ۱۲۱-۱۳۶)

حواشی

۱۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خوارج دین بمعنی ملت سے نکل جائیں گے کیونکہ حضرت علیؓ سے جب ان کے متعلق پوچھا گیا: أَكْفَارٌ هُمْ كَمَا يَزْعُمُونَ؟ تو آپؓ نے فرمایا: مَنْ الْكُفْرُ فَرَّوْا، کفر ہی سے

تو وہ بھاگے ہیں۔ پھر پوچھا گیا: افسانہ فاقون ہم، کیا یہ منافق ہیں؟ آپ نے فرمایا: منافق تو خدا کو کم یاد کرتے ہیں اور ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ شب و روز اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اسی پر یہ متعین ہوتا ہے کہ اس حدیث میں دین سے مراد اطاعتِ امام ہے۔ چنانچہ ابن اثیر نے نہا یہ میں اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں: اراد بالدين الطاعة، ای انہم یخرجون من طاعة الامام المفترض الطاعة وينسلخون منها، جلد ۲، ص ۴۱-۴۲

۲ یعنی اللہ کے سوا جس کی اطاعت بھی ہو اللہ کی اطاعت کے تحت اور اس کے مقرر کردہ حدود کے اندر ہو۔ بیٹے کا باپ کی اطاعت کرنا، بیوی کا شوہر کی اطاعت کرنا، غلام یا نوکر کا آقا کی اطاعت کرنا اور اسی نوع کی دوسری تمام اطاعتیں اگر اللہ کے حکم کی بنا پر ہوں اور ان حدود کے اندر ہوں جو اللہ نے مقرر کر دی ہیں تو یہ عین اطاعتِ الہی ہیں۔ اور اگر وہ اس سے آزاد ہوں یا بالفاظِ دیگر بجائے خود مستقل اطاعتیں ہوں، تو یہی عین بغاوت ہیں۔ حکومت اگر اللہ کے قانون پر مبنی ہے اور اس کا حکم جاری کرتی ہے تو اس کی اطاعت فرض ہے اور اگر ایسی نہیں ہے تو اس کی اطاعت حُرْم۔

۳ یعنی اللہ نے جس ساخت پر انسان کو پیدا کیا ہے وہ تو یہی ہے کہ انسان کی تخلیق میں اس کی رزق رسائی میں اس کی ربوبیت میں خود اللہ کے سوا کوئی دوسرا شریک نہیں ہے نہ اللہ کے سوا کوئی اس کا خدا ہے نہ مالک اور نہ مطاع حقیقی۔ بس خالص فطری طریقہ یہ ہے کہ آدمی بس اللہ کا بندہ ہو اور کسی کا بندہ نہ ہو۔

۴ شریک س مراد ہے خداوندی و فرماں روائی میں اور قانون بنانے میں خدا کا شریک ہونا۔

۵ دین کو مشتبہ بنانے سے مطلب یہ ہے کہ جھوٹے شریعت ساز اس گناہ کو ایسا خوش نما بنا کر پیش کرتے ہیں جس سے عرب کے لوگ اس شبہہ میں پڑ گئے ہیں کہ شاید یہ فعل بھی اس دین کا ایک جز ہے جو ان کو ابتداءً حضرت ابراہیم و اسماعیل سے ملا تھا۔